عشر وخراج کے تین اہم سوالات کے تحقیقی جوابات

از

مولانا مفتی نعمت اللہ حقانی

رئیس دارالافتاء جامعہ المرکز الاسلامی بنوں

یہ تین اہم سوالات دارالافتاء دارالعلوم کراچی کی جانب سے ملک کے اہم جامعات کو جاری کئے گئے جن میں ایک استفساء دارالافتاء جامعہ المرکز الاسلامی بنوں موصول ہوا۔ بندہ نے ادارہ کی طرف سے چنداوراق کی تسوید مکمل کر لئے ہیں جو کہ عصر حاضر میں کاشتکاروں کو درپیش مسائل میں ممد ومعاون ثابت ہوں گے۔ ارباب تحقیق حضرات کو اس موضوع پر تحقیق کی سلیقہ پیدا کرنے کی سبق ملتا ہے۔ بنام سے اُمید ہے قارئین حظ وافر حاصل کرلیں گے۔ (ادارہ)

۱۔ مزروعہ زمین عشر کس پر واجب ہے؟

۲۔ زراعت کے اخراجات پیداوار سے منہا کرنے کا مسئلہ

۳۔ عشر کا نصاب

''ارضِ مستاجرہ میں عشر کس پر واجب ہے'' اس سلسلے میں جامعہ دارالعلوم کراچی کی مجلس تحقیق مسائلِ حاضر کا ایک اجلاس ہوا جس میں مجلس نے یہ رائے ظاہر کی کہ اس بارے میں صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب دلائل کے اعتبار سے قوی ہے نیز فقہاءِ احناف میں سے بہت سے اصحاب الترجیح نے بھی صاحبین کے مسلک کو اختیار کیا ہے، اسلئے اس قول کو اختیار کرنا اقرب الی الفقہ ہے، مجلس کا طے شدہ فیصلہ ارسالِ خدمت ہے۔

تاہم ملحوظہ کے اندر مجلس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ چونکہ عصر حاضر میں زرعی اخراجات میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا ہے، اسلئے عام طور پر مستأجر کے لئے کل پیداوار کا عشر ادا کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، نیز اس مشکل کا تعلق صرف مستاجر سے نہیں بلکہ اگر کوئی شخص زمین خرید کر خود کاشت کرے تو بھی زرعی اخراجات میں بہت زیادہ اضافہ ہونے کی وجہ سے خود مالک زمین کے لئے بعض اوقات کل پیداوار کا عشر ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہذا اس بات کی ضرورت ہے ائمہ متبوعین کے اقوال کی روشنی میں اس مشکل کا کوئی ایسا حل تجویز کیا جائے جس کی وجہ سے ان صورتوں میں عشر کی ادائیگی آسان ہو۔

چنانچہ مطلوبہ حل کی تلاش کے لئے مجلس کا اجلاس ۹ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۸ مئی ۲۰۰۵ء کو جامعہ ہذا کے دارالافتاء میں ہوا جس میں اس کے تین حل اراکین مجلس کے سامنے آئے۔

۱۔ مؤنۃ الارض میں کل تین طرح کے اخراجات شامل ہیں۔

(الف) وہ اخراجات جوزمین کو سیراب کرنے پر ہوتے ہیں، جیسے پانی کا خرچہ

(ب) وہ اخراجات جوفصل کی کاشت میں ہوتے ہیں جیسے کیڑے مارادویات استعمال کرنا، کھادڈالناوغیرہ

(ج) وہ اخراجات جوفصل پکنے کے بعداس کی کٹائی، صفائی اوراس کے سنبھالنے پر ہوتے ہیں جیسے کٹائی اورتھریشر کے اخراجات وغیرہ

ان میں اسے پہلے اخراجات کا منہانہ ہونا تو منصوص ہے **لقوله عليه الصلوة والسلام" ما سقته السماء ففيه العشر وما سقى بغرب او دالية ففيه نصف العشر"** البتہ دوسرے اور تیسرے قسم کے اخراجات منہا کرنے پر غور ہوسکتا ہے (مالکیہ کے راجح قول کے مطابق ایسے اخراجات منہا ہوسکتے ہیں)

۲۔ جس طرح وجوبِ زکوٰۃ کے مسئلہ میں "دین" کومنہا کرکے بقیہ مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اسی طرح عشر کے اندر بھی دین کومنہا کرکے باقی ماندہ پیداوار کا عشر ادا کیا جائے (حنابلہ کے راجح قول کے مطابق دین مانع عشر ہے اوراس طرح کی ایک روایت امام اعظمؒ سے بھی مروی ہے)

۳۔ وجوبِ عشر کے لئے نصاب کم ازکم پانچ وسق (یعنی تقریباً پچیس من چوبیس سیر) مقرر کیا جائے (یہ صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے)

آپ سے گزارش ہے کہ ازراہ کرم ارسال کردہ تحریر پر غور فرما کر اپنی رائے سے مطلع فرمائیں نیز اس بات سے آگاہ فرمائیں کہ کیا اخراجات میں اضافہ ہونے کی وجہ سے اداء عشر میں پیش آمدہ مشکل کے حل کے لئے درج بالا صورتوں میں سے کسی صورت کے اختیار کرنے کی واقعی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو ان میں کس قول کا اختیار کرنا حالاتِ زمانہ کے اعتبار سے اقرب الی الفقہ ہونے کے ساتھ ساتھ کاشتکاروں کے لئے باآسانی قابلِ عمل ہو۔

واجرکم علی اللہ تعالیٰ

(عبدالرؤف سکھروی)

نائب مفتی دارالافتاء دارالعلوم کراچی

۳۰-۴-۱۴۲۶ھ

سوال: مزروعہ زمین میں عشر کس پر واجب ہوگا؟

مکرمی ومحترمی! جناب عبدالرؤف سکھروی صاحب آپ کا مراسلہ بابت مسائل مستفسرہ موصول ہوا۔ یادفرمائی کا شکریہ مزاج گرامی بخیر ہونگے۔

مسئلہ مبحوثہ (ارض متاجرہ میں عشر کس پر واجب ہے؟) پر احقر کے رائے تفصیلی دلائل کیساتھ درج ذیل ہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے اپنی زمین نقد روپیہ کے عوض کرایہ یا مقاطعہ پر دی تو اس کی پیداوار کا عشر مفتیٰ بہ قول کیمطابق مالک زمین کے ذمہ نہیں بلکہ مقاطعہ دار کے ذمہ ہے جو کاشت کر کے پیداوار حاصل کرتا ہے۔ (ردِ مختار)

دلائل: وجوب عشر کیلئے زمین کی ملکیت شرط نہیں۔اس لئے وقف کی زمینیں جو کسی کی ملکیت نہیں ہوان کی پیداوار پر بھی عشر واجب ہے نیز جس شخص کی زمین اپنی ملک نہیں بلکہ کسی سے عاریت یا کرایہ پر لے کر اس میں کاشت کرتا ہے تو پیداوار کا عشر اسی شخص کے ذمہ ہے جو پیداوار حاصل کرتا ہے۔ مالک زمین کے ذمہ نہیں جیسا کہ صاحب بدائع الصنائع علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں **وكذلك ملك الارض ليس بشرطِ لوجوب العشر .وانما الشرط ملك الخارج فيجب فى الارض التى لا مالك لها.وهى الارض الموقوفة لعموم قوله تعالىٰ : يايها الذين امنو انفقوا من طيبات ماكسبتم ومما اخرجنالكم من الارض واتوحقه يوم حصاده وقول النبىﷺ ما سقته الماء ففيه العشر وما سقى بغربٍ اودالية ففيه نصف العشر ولان العشر يجب فى الخارج لا فى الارض فكان ملك الارض وعدمه بمنزلة واحدةٍ.**

دوسری جگہ ارقام فرماتے ہیں: **واجر ارضه العشرية فعشر الخارج على المواجر عنده وعندهما على المستأجر وجه قولهما ما ذكرنا ان العشر يجب فى الخارج .والخارج ملك المستأجرفكان العشر عليه كاالمستعير .(بدائع الصنائع ج ٢ ص ٥٦)**

فتاوی حقانیہ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے۔

سوال: اگر زمین اجارہ پر دی جائے یعنی مالک زمین کاشت کار سے یہ طے کرے کہ مجھے فی کنال یا فی جریب مثلاً پانچ سو روپے یا پانچ من غلہ سالانہ دے کر تم جس طرح چاہو، زمین استعمال کر سکتے ہو اب اس صورت میں جو آمدنی حاصل ہو گی تو اس کا عشر کس پر واجب ہے؟

جواب: اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک عشر مالک زمین پر ہے جبکہ صاحبینؒ کے نزدیک کاشت کار پر ہے۔ عام فقہاء صاحبین کے قول کو راجح قرار دیتے ہیں۔علامہ ابن عابدینؒ نے اس میں یوں تفصیل نقل کی ہے کہ اگر زمین کا اجارہ اجر مثل کے برابر ہو یعنی جیسے زمین ہو اسی مناسبت سے اجرۃ مقرر کیا ہو تو عشر مالک زمین پر ہو گا اور اگر اجارہ میں اجرۃ اجر مثل سے کم مقرر کیا جائے تو عشر کاشتکار پر ہو گا۔لیکن بہتر یہ ہے کہ عرف عام پر چھوڑا جائے۔اگر علاقے کے رواج کے مطابق مالک زمین پر عشر ہو تو عشر مالک زمین سے لیا جائے گا۔اور اگر کاشتکار پر ہو تو کاشتکار سے لیا جائے گا۔اس لئے اس صورت میں ہمارے رائے میں صاحبین کے قول وزنی ہے۔چونکہ ہمارے علاقے میں کاشتکار کی امدنی زیادہ ہوتی ہے صاحبینؒ کے قول کی رو سے کاشتکار کو ادا کرنا ہو گا۔

عنوان: نقد یا کرایہ کی زمین پر عشر کا مسئلہ:

سوال: نقشی زمین یعنی جو کہ کرایہ پر نقد دی جاتی ہے اس میں عشر واجب ہے یا نہیں؟

جواب: زمین جو نقد کرایہ پر دیا اس کے عشر میں خلاف ہے امام صاحبؒ مالک سے سب دلاویں گے صاحبین متاجر سے سب دلاویں گے۔ یہ ظاہر ہے فقط۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۶۷

ٹھیکہ لینے کی صورت میں عشر متاجر پر ہوگا۔ فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت رشید احمد گنگوہیؒ ایک سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں:

قال العلامه العلاؤ الدين الحصكفیؒ والعشر على المؤجر كخراج مؤظف وقالا على المستأجر كمستعير مسلم وفی الحاوی وبقولهما تأخذ. (الدر المختار على صدر ردالمحتار ج ۲ ص ۳۳۴ باب العشر بحواله فتاویٰ حقانیه ج ۳ ص ۵۷۸، ۵۷۹)

(زراعت و بٹائی) کی صورت میں عشر موجر اور متاجر دونوں پر ہوگا۔ فتاویٰ حقانیہ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے۔ مروجہ مزارعت میں عموماً آمدنی مالک زمین اور کاشتکار پر مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم ہوتی ہے کسی ایک کا زیادہ فائدے کا مقامی علم نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے ہر ایک پر اپنے اپنے حصہ سے شرعی طور پر عشر یا نصف عشر کا ادا کرنا لازم ہے اس میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مجموعی آمدنی سے مشترکہ طور پر یہ عشر ادا کیا جائے یا تقسیم کے بعد ہر ایک اپنے حصہ کی آمدنی سے ادا کرے۔

قال العلامة الحصكفیؒ وبقولهما نأخذ وفی المزراعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصة. (الدر المختار ج ۲ ص ۳۳۴ باب العشر . ومثله فی الهندية ج ۱ ص ۱۸۷ ومثله فی البحريه ج ۲ ص ۲۳۷ بحوله فتاویٰ حقانيه ج ۳ ص ۵۷۹)

مزارعۃ (بٹائی) والی کاشت پر عشر

المجمع الفقهی الاسلامی الہند کے چوتھویں فقہی سیمینار منعقدہ ۹ تا ۱۲ اگست سبیل السلام حیدر آباد کا تجویز بابت عشر:

کتاب ''اہم فقہی فیصلے'' میں حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ اس فیصلے کا رپورٹ تحریر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں جن عشری زمینوں کی کاشت بطور بٹائی کے کرائی جاتی ہے ان کے پیداوار پر عشر کے واجب ہونے کے سلسلے میں سیمینار نے غور و فکر کیا اور اس سے متعلق آئے ہوئے مقالات کا جائزہ لے کر اس نتیجے پر پہنچا کہ:

۱۔ اگر زمین کا مالک اور بٹائی دار دونوں مسلمان ہوں تو دونوں پر اپنے اپنے حصہ کے بقدر عشر واجب ہوگا۔

۲۔ اگر مالک زمین مسلمان اور بٹائی دار غیر مسلم ہو تو مسلمان پر اس کے حصہ کے بقدر میں عشر واجب ہوگا۔ (اہم فقہی فیصلے ص ۶۳ تا ۶۴)

۳۔ اگر کسی شخص نے کوئی عشری یا خراجی زمین بہ غرض تجارت خریدی اور اس میں کاشت کر رہا ہے تو اس کی پیداوار پر عشر یا خراج

ہی واجب ہوگا۔زکوۃ تجارت واجب نہ ہوگی کیونکہ زمین کا اصل وظیفہ عشر یا خراج ہے۔نیت تجارت کی وجہ سے اس میں دوسری زکوۃ لازم نہ آئے گا۔بدائع الصنائع میں علامہ کاسائیؒ فرماتے ہیں:

وعلى هذا قال اصحابنا فيمن اشترى ارض عشر للتجارة او اشترى ارض خراج للتجارة كان فيها العشر اوالخراج ولا يجب زكوٰة التجارة مع احدهما لان سبب الوجوب في الكل واحد وهوالارض الاترى انه يضاف الكل اليها يقال عشرالارض وخراجها وزكوٰة الارض وكل ذالک حق الله تعالىٰ المتعلقة بالاموال الناميه لايجب فيها حقان منها سبب مال واحد كزكوٰة السائمة مع التجارة واذا ثبت انه لا سبيل الى اجتماع العشر والزكوٰة واجتماع الخراج فايجاب العشر اوالخراج اولىٰ لانهما اعم وجوباً. (بدائع الصنائع ج۲ ص۵۷)

اور جب یہ معلوم ہوا کہ عشر یا نصف (پیداوار) میں ہوگا ظاہر ہے کہ پیداوار مستاجر کا حق ہے لہذا عشر مستاجر پر ہوگا۔

فتاوی رحیمیہ میں ہے کہ بعض لوگ تو اپنا کھیت خود کاشت کرتے ہیں اور بعض دوسروں کو کاشت کیلئے دیتے ہیں جو لوگ خود اپنے کھیت کو بوتے ہیں ان پر عشر واجب ہونا تو ظاہر ہے جبکہ زمین عشری ہو اور جو لوگ دوسروں کو دیتے ہیں ان کی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ زمین بٹائی پر دیں اس صورت میں اپنے اپنے حصہ کا عشر دونوں کے ذمہ ہے۔کاشت کار کے بھی اور زمیندار کے بھی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زمین ٹھیکہ پر دی جائے مثلاً فی بیگہ من بھر غلہ لیں گے باقی بیگہ دو روپیہ۔اس صورت میں علماء کا اختلاف ہے کہ عشر کس کے ذمہ ہوگا؟ مگر ہم یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ عشر کاشتکار کے ذمہ ہے کیونکہ کاشتکار ہی مالک ہے۔(فتاوی رحیمیہ ۱۱۳/۹)

امداد الفتاویٰ میں حکیم الامتؒ ارقام فرماتے ہیں۔

جو زمین اجارہ پر دی جاوے اس کا عشر بقول صاحبینؒ کے مفتی بہ ہے کاشتکار کے ذمہ ہے کہ وہ پیداوار کا مالک ہے اور اگر مزارعت یعنی بٹائی پر ہو تو مالک زمین و کاشت کار دونوں کے ذمہ ہے اپنے اپنے حصے مین۔ (امداد الفتاویٰ ۶۹/۲)

مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ کے رائے گرامی: حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ عزیز الفتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں۔

عنوان سوال: عشر اجارۃ کی صورت میں مستأجر پر ہوتا ہے:

سوال: جو لوگ زمیندار کو مال گزاری ادا کرتے ہیں ان لوگوں پر کس حساب سے غلہ میں صدقہ واجب ہے؟

جواب: جو لوگ زمیندار کو مال گزاری ادا کرتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ عشر کس پر واجب ہے۔امام صاحبؒ زمیندار پر واجب فرماتے ہیں اور صاحبینؒ مستأجر پر اور درمختار میں ہیں: وبقولهما نأخذ اور شامیؒ میں بھی تفصیل و تحقیق کے بعد صاحبین کے قول کو ترجیح

دی ہے اور مفتی بہ اور ماخوذ کہا ہے: **حیث قال ینبغی العدول عن الافتا بقولهما ذلک** (عزیز الفتاویٰ ج ا ص ۳۵۸)

بٹائی کی صورت میں عشر دونوں پر ہوگا چنانچہ اس مسئلے میں بھی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ ایک طویل سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں: کہ زمین عشری میں اگر وہ زمین زراعت پر دیا جاوے۔ عشر زمیندار و کاشتکار پر بقدر اپنے اپنے حصہ کے واجب ہوتا ہے اور ایک من جواجرت میں مشترک طور پر صرف ہوا اس کا عشر دونوں پر واجب ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ۱/۳۷۰)

زراعت کے اخراجات پیداوار سے منہا کرنے کا مسئلہ:

عرض مسئلہ:

فقہی عبارات: **وکل شئ اخرجته الارض مما فیه العشر لا یحتسب فیه اجرت العمال ونفقه البقر وفی الینا بیع ولا یحتسب لصاحب الارض ماانفق علیه علی .... من سقی او عمارة او اجرة حافظ بل یجب العشر فی جمیع الخارج الولوالجیه اوما هلک من النماء بعد ما وجب العشر سقط عنه بقدره کما فی الزکاة** (الفتاویٰ التاتارخانیہ ۲/۳۲۶)

کفایت المفتی میں ایک طویل سوال کے جواب میں یوں تحریر ہے۔ اس صورت میں زمین کی کل پیداوار کا عشر نکالنا ہوگا 1/4 وضع کر کے باقی کا عشر نکالنے سے شرعی مطالبہ پورا نہ ہوگا۔ (کفایت المفتی: ۴/۲۹۸)

فتاویٰ حقانیہ میں "جدید طریقہ کاشت کے عشر پر اثرات" کے عنوان کے تحت ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے۔

سوال: آج کل جدید طریقہ کاشت میں زراعت پر کافی خرچہ آتا ہے جیسے کھاد، ادویات وغیرہ۔ تو کیا ان اخراجات کی وجہ سے عشر پر کوئی اثر پڑے گا؟ یعنی کل عشر نصف میں تبدیل ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا ادویات و کھاد پر خرچ ہونے والی رقم منہا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: فقہی ذخائر سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمین کی پیداوار پر اخراجات زیادہ ہوتے ہیں تو اس پیداوار میں بیسواں عشر واجب ہوگا اور جس زمین پر اخراجات کم ہوئے ہوں تو اس پیداوار میں دسواں حصہ عشر واجب ہوگا۔ لیکن اخراجات کو منہا کرنا جائز نہیں لہذا جدید طریقہ کاشت پر اخراجات زیادہ آنے کے باوجود منہا کرنا جائز نہیں البتہ عشر بیسویں حصے کے حساب سے ادا کرنا ہوگا۔

لما قال العلامة الحصکفیؒ : تجب فی مسقی سماء

وسیح بلا شرط نصاب وبقاً وحولان حول. الخ (درمختار بحواله فتاویٰ حقانیه

اس طرح حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۶ میں مختلف مقامات پر اس طرح کے سوالات و جوابات عنایت فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک موضع پر ایک سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں۔ عشری زمین میں مزدوروں کو جو مزدوری ادا کی گئی ہے تو اس کا حساب عشر میں وضع کیا جاوے گا یا نہیں؟

الجواب: عشر میں مزدور کی مزدوری اور دیگر اخراجات کا حساب نہیں ہوتا یعنی مزدوروں کی مزدوری وغیرہ کی وجہ سے عشر میں کمی نہ ہوگی

لہٰذا دسواں حصہ اس میں دینا چاہیے۔ درمختار میں ہے: **بلا دفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحهم بالعشرفی کل الخارج.** (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ۹۹/۲)

اسی طرح اگر نفقات واخراجات زراعت نکالنے کے بعد باقی کم بچے تو پھر بھی اخراجات منہا نہیں کئے جائیں گے۔ یا نفقات الارض پیداوار سے زیادہ ہو جاتے تو پھر بھی اخراجات منہا نہیں کئے جائیں گے۔ یہ قدیم فقہی ذخائر روایات کی تصریحات ہیں۔ چنانچہ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن اس عنوان کے تحت جس کھیت پر کھیتی میں چھ سو (600) روپے کل اخراجات کھیتی کے لگا کر پیداوار آٹھ سو (800) روپے کی حاصل کی تو اس پر زکوٰۃ کتنی رقم کی واجب ہوگی۔

دوسرا سوال بعنوان ''جس میں خسارہ رہا اس میں عشر ہوگا یا نہیں''

سوال: اسی طرح دوسری زمین پر چھ سو (600) روپے لگا کر فصل کل پانچ سو (500) روپے پیداوار ہوئی یعنی اصل لاگت سے بھی ایک صد روپے کا نقصان دیا تو اب زکوٰۃ کی کیا شکل ہوگی؟

الجواب: (1-2-3) جن اراضی میں عشر واجب ہے ان میں کل پیداوار کا عشر نکالنا واجب ہے۔ بدون اخراجات وضع کرنے کے۔ **کمافی الدرالمختار بلادفع مؤن الزرع** .... نمبر۳ میں ایک دوسری تفصیل ہے وہ یہ کہ اس میں بیسواں حصہ نکالنا واجب ہے۔ باقی جواب بدستور مذکور ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج۱۷۳/۶)

زراعت کے اخراجات پیداوار سے منہا کرنے کا مسئلہ:

جیسا کہ آنجناب کے طرف سے مراسلہ نامہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ مؤنۃ الارض میں کل تین طرح کے اخراجات شامل ہیں۔

(الف): وہ اخراجات جو زمین کو سیراب کرنے پر ہوتے ہیں جیسے پانی کا خرچہ

(ب): وہ اخراجات جو فصل کی کاشت میں ہوتے ہیں جیسے کیڑے مار ادویات استعمال کرنا، کھاد ڈالنا وغیرہ۔

(ج): وہ اخراجات جو فصل پکنے کے بعد اس کی کٹائی، صفائی اور اس کے سنبھالنے پر ہوتے ہیں جیسے کٹائی اور تھریشر کے اخراجات وغیرہ ان میں سے پہلے اخراجات کا منہا نہ کرنا تو منصوص ہے البتہ دوسرے اور تیسرے قسم کے اخراجات منہا کرنے پر غور ہو سکتا ہے۔ مالکیہ کے راجح قول کے مطابق ایسے اخراجات منہا ہو سکتے ہیں۔

جس طرح وجوب زکوٰۃ کے مسئلے میں ''دین'' کو منہا کر کے بقیہ مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اسی طرح عشر کے اندر بھی دین کے مطابق کو منہا کر کے باقی ماندہ پیداوار کا عشر ادا کیا جائے۔ (حنابلہ کے راجح قول کے مطابق دین مانع عشر ہے اور اس طرح ایک روایت امام ابوحنیفہؒ سے بھی مروی ہے اس مسئلہ میں اہل علم وتحقیق حضرات اس رائے پر غور کر سکتے ہیں۔ درج ذیل دلائل ملاحظہ فرمائیے:

دلائل کے بیان میں یہ ملحوظ رہے کہ کاشت کار کے ذمہ دین دو قسم پر ہے۔ ایک وہ دین جو اسے کاشتکار کے محنت کے سلسلے میں لاحق ہو چکا

ہے۔دوسرا وہ دین جو اپنے اہل وعیال پر نفقہ کرنے کے حوالے سے لاگو ہو گیا ہو۔دلیل کی رو سے صرف پہلے قسم دین مانع وجوب عشر راجح معلوم ہوتا ہے۔علامہ دکتور یوسف القرضاوی اپنے کتاب ''فقہ الزکوٰۃ'' میں ارقام فرماتے ہیں: اما المدین الذی یکون علی رب الزرع والثمر فھو نوعان منه مایکون لاجل النفقة علی الزرع کما اذا استدان فی ثمن البذر والسماد.اواجرة العمال ونحو ذلک من النفقات ومنه مایکون لاجل نفقه صاحب الزرع علی نفسه واهله فما الحکم في کلاالدینین؟ رویٰ ابو عبید فی الاموال بسنده عن جابر بن زید: قال فی الرجل یستدین فینفق علی اهله وارضه: قال ابن عباسؓ یغتفر ماانفق علی ارضه : وقال ابن عمر یقضی ماانفق علی ارضه واهله. (الاموال ص ۵۰۹)

ورواه یحییٰ ابن ادم فی الخراج عنه قال ابن عمر : یبدابمااستقرض فیقضیه ویزکی مابقی وقال ابن عباس: یقضی ماانفق علی الثمرة ثم ما یزکی مابقی (الخراج ص ۱۶۲)

وقال الشیخ احمدشاکر: فی تعلیقه علیه اسنادة صحیح وکذلک روی ابو عبید عن مکحول انه قال فی صاحب المزرع المدین لا توخذ منه الزکوٰة حتی یقضی دینه.وما فضل بعد ذلک ذکاهٗ.اذا کان مما تجب فیه الزکوٰة وکذلک یروی عن عطأوطاؤس "الاحوال ص ۵۰۹" وقالت طائفة من اهل العراق بمثل ماجاء عن ابن عمر وعطأ وطاؤس ومکحول. (نفس المصدر)

ومن فقهاء العراق الذین ذهبوا هذاالمذهب سفیان الثوری کما روی ذالک یحییٰ بن ادم (الخراج ص۱۶۳) عن احمد بن حنبل روایتان: قال فی احداهما من استدان ما انفق علی زرعه واستدان ماانفق علی اهله احتسب ماانفق علی زرعه دون ماانفق علی اهله لانه من مؤنة الزرع. والروایة الثانیة ان الدین کله یمنع الزکوٰة. (المعنی ۲/۷۲۷) فهو فی الروایة الاولیٰ وافق ابن عباس : وفی الثانیة وافق ابن عمر.قال فی المغنی: فعلی هذه الروية یحتسب کل دین علیه : ثم یخرج العشر مما بقی ان بلغ نصاباً وان لم یبلغ نصابا فلا عشر فیه.وذالک لان الواجب زکاة فیمنع الدین وجوبها کزکاة الاموال الباطنة ولانه دین فیمنع وجوب العشر کالخراج وما انفق علی ذرعه.والفرق بینهما علی الروایة الاولی: ان ما کان من مؤنة الزرع فا الحاصل فی مقابلته یجب صرفه الی غیره فکانه لم یحصل.(المعنی ۲/۷۲۷ بحواله فقه الزکوٰة ۱۱)

البتہ امام ابوعبید نے کتاب الاموال کے حوالے سے اس مسئلے میں کل دیون کا رفع ومنہا کرنا راجح قرار دیا ہے بشرطیکہ یہ دین صحیح ہو اور یہ ابن عمر کا مذہب تھا۔چنانچہ علامہ دکتور یوسف القرضاوی ارقام فرماتے ہیں۔

وقد رجح ابو عبید مذهب ابن عمر ومن وافقه فی رفع کل الدیون من الخارج وتذکیة الباقی بشرط صحة الدین.قال اذاکان الدین صحیحاً قد علم انه علی رب الارض فانه لا صدقه علیه فیها ولکنها تسقط عنه

لدینہ کما قال ابن عمر و طاؤس وعطا ونکحول . ومع قولھم ایضاً انہ موافق لا تباع السنۃ الاثری ان رسولﷺ انما سن ان توخذ الصدقۃ من الاغنیأ فترد فی الفقراء وھو الذی یحیط بمالہ ولا مال لہ ھو من اھل الصدقۃ وھو من اھلھا. ام کیف یجوزان یکون غنیاً فقیراً فی حال واحدہ ومع ھذا انہ من الغارمین. احدالاصناف الثمانیہ فقد استوجبھا من جھتین. (الاحوال ص ۵۱۰)

یہاں تک زراعت زمین کے سلسلے میں مزارع (کاشت کار) پر جو دین لاحق ہوتا ہے اس کا بیان تھا البتہ اس مسئلے کا دوسرا پہلو جو اخراجات فصل کی کاشت میں ہوتے ہے جیسے کیڑے مار ادویات استعمال کرنا، کھاد وغیرہ ڈالنا۔ اسی طرح وہ اخراجات جو فصل پکنے کے بعد اس کی کٹائی صفائی اور اس کے سنبھالنے پر ہوتے ہیں۔ تھریشر کے اخراجات وغیرہ۔ اس مسئلے میں سلف کا اختلاف پایا جاتا ہے چنانچہ احناف کا مذھب یہ ہے کہ اس قسم کے اخراجات منہا نہیں کئے جائیں گے بلکہ کل پیداوار میں عشر یا نصف عشر واجب ہوگا۔

کما فی الدر (بلا دفع مؤن) ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحھم باالعشر فی کل الخارج قال ابن عابدین قولہ: (بلا دفع مؤن) ای یجب العشر فی الاول ونصفہ فی الثانی بلادفع اجرۃ العمال ونفقۃ البقر وکری الأنھار واجرۃ الحافظ در. قال فی الفتح: یعنی لا یقال بعدم وجوب العشر فی قدر الخارج الذی بمقابلۃ المؤنۃ بل یجب العشر فی الکل لانہ علیہ الصلوۃ والسلام حکم بتفاوت الواجب لتفاوت المؤنہ ولو رفعت المؤنۃ کان الواجب واحد وھو العشر دائماً فی الباقی لانہ لم ینزل الی نصفہ الا المؤنۃ والباقی بعد رفع المؤنۃ لامؤنۃ فیہ فکان الواجب دائما العشر لکن الواجب قد تفاوت شرعاً فعملنا انہ لم یعتبر شرعا عدم عشر بعض الخارج وھوالقدر المساوی للمؤنۃ اصلا. وتمامہ فیہ ردالمحتار ۲۶۹/۳.

اسی طرح علامہ کاسانی بدائع الصنائع میں ارقام فرماتے ہیں۔

تولہ ولا یحتسب لصاحب الارضماانفق علی الغلہ من سقی او عمارۃ او اجر الحافظ او اجرالعمال او نفقۃ البقر لقولہ علیہ السلام ما سقتہ السمأ ففیہ العشر وما سقی بغرب اودالیۃ او سانیۃ ففیہ نصف العشر اوجب العشر ونصف العشر ،مطلقاً عن احتساب ھذہ المؤن ولان النبی ﷺ اوجب الحق علی التفاوت لتفاوت المؤن ولودفعت المؤن لا رتفع التفاوت. (بدائع الصنائع ۶۲/۳)

علامہ ابن حزم کا رائے بھی یہی ہے چنانچہ علامہ دکتور یوسف القرضاوی موصوف کی رائے نقل کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

قولہ ولا یحتسب لصاحب الارض ما انفق علی الغلۃ من سقی او عمارۃ او اجرالی الحافظ او اجرالعمال او نفقۃ البقر لقولہ علیہ السلام ما سقتہ السمأ ففیہ العشر وما سقی بغرب او دالیۃ او سانیۃ ففیہ نصف العشراوجب العشر ونصف العشر مطلقاً عن احتساب ھذہ المؤن ولان النبی ﷺ اوجب الحق علی

التفاوت لتفاوت المؤن ولو دفعت المؤن لا رتفع التفاوت. (بدائع الصنائع ۶۲/۳)

علامہ ابن حزم کا رائے بھی یہی ہے۔ چنانچہ علامہ دکتور یوسف القرضاوی موصوف کا رائے نقل کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں

قال ابن حزم لا یجوز ان یعدی الذی له الذرع والثمر ماانفق فی حرث او حصاد او جمع اودوس او تزبیل ای تسمید بالزبل. او جدار او حفر او غیر ذلک فسقطه من الزکوٰۃ وسواء تدین فی ذلک ام لا اتت النفقة علی جمیع قیمة الزرع او الثمر اولم تات وهذا مکان قد اختلف فیه السلف. (فقه الزکوٰۃ ۳۹۴/۱)

البتہ امام عطاؒ اس کے قائل ہے کہ جو اخراجات پیداوار پر آتے ہیں وہ منہا کئے جائیں گے اور منہا کرنے کے بعد جو بچ جائے۔ اس میں عشر یا نصف عشر اس وقت واجب ہوگا جب باقی مقدار نصاب تک پہنچ چکا ہو منہا کرنے کے بعد باقی میں اگر نصاب تام نہ ہوتا ہو تو باقی میں زکوٰۃ عشر یا نصف عشر واجب نہ ہوگا۔

کما قال الدکتور یوسف القرضاوی : قوله وعن عطأ انه یسقط مما اصاب النفقة فان بقی مقدار ما فیه الزکوٰۃ ذکی. والافلا

لیکن علامہ ابن حزمؒ نے اس پر رد فرمایا ہے کہ کسی ایسے حق کو ساقط کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے۔ بغیر نص قرانی یا سنت نبوی ﷺ کے جائز نہیں اور یہ قول امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ اور ہمارے اصحاب کا ہے۔

کما قال الدکتور ورد بن حزم علی هذا القول بانه لا یجوز اسقاط حق اوجبه اللّٰه تعالیٰ بغیر نص قران ولا سنه ثابتة. قال وهذا قول مالک والشافعی وابی حنیفه واصحابنا. (اعملی ۲۵۸/۵)

علامہ دکتور یوسف القرضاوی اس مسئلے پر زور دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں زیادہ صریح روایۃ جو سلف سے منقول ہے اور حضرت عطاؒ کا مذہب بھی ہے جسے حضرت ابن حزم نے ذکر فرمایا ہے اور اس کی روایت یحیٰ بن ادم نے اسماعیل سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ دکتور موصوف ارقام فرماتے ہیں۔

واصرح واشمل ماورد عن السلف فی دفع ما یقابل النفقة والمؤنه من الخارج وتزکیة الباقی. سواء کانت النفقة دینا ام غیر دین هو مذهب عطأ الذی ذکره ابن حزم. ورواه یحییٰ ابن ادم عن اسماعیل بن عبدالملک قال قلت لعطأ: الارض ازرعها فقال ارفع نفقتک وذک مابقی.

(الخراج. ۱۶۱ ورواه ابن ابی شیبة ۲۳/۴/ط ملتان بحواله فقه الزکوٰۃ ۳۹۵/۱

اسی طرح علامہ ابن عربی نے شرح الترمذی میں اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا اخراجات منہا کئے جائیں گے؟ مال مزکی سے، پھر صاف مال میں زکوٰۃ واجب ہوگا یا مؤنۃ المال اور نفقۃ الارض باقی رہے گا۔ حتی کہ کل رأس المال میں زکوٰۃ واجب ہوگا۔ آخر میں انہوں نے کہا ہے کہ مؤنۃ الارض منہا کیا جائے گا اور باقی میں زکوٰۃ واجب

ہوگا۔ موصوف کا استدلال حضور ﷺ کا وہ حدیث ہے جس میں ''دعو الثلث او الربع'' ذکر ہوا ہے اور ثلث یا ربع کا چھوڑنا تقریباً موٴنۃ الارض کے برابر ہوتا ہے پس جب اس سے وہ تازہ کھانا اور نفقہ الارض منہا کیا جائے تو باقی تین ربع رہے گا یا دو ثلث (تہائی) اور اس بات کا بار بار تجربہ کیا گیا ہے چنانچہ علامہ دکتور یوسف القرضاوی ابن العربی کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وتعرض ابن العربی فی شرح الترمذی لهذه المسألة: فقال اختلف قول علمائنا. هل تحط المؤنة من المال المزکی وحینئذ تجب الزکوٰة ای فی الصافی او تکون مؤنة المال وخدمته . حتی یصیر حاصلا فی حصة رب المال وتؤخذ الزکوٰة من الرأس ، ای من اجمالی الحاصل فذهب الی ان الصحیح ان تحط وترفع من الحاصل وان الباقی هو الذی یؤخذ عشره واستدل لذالک بحدیث النبی ﷺ "دعو الثلث او الربع" وان الثلث او الربع یعادل قدر المؤنة تقریباً . فاذا حسب ما یاکله طباً . وما ینفقه من المؤنة تخلص الباقی ثلاثة ارباع او ثلثین. قال: ولقد جربناه فوجدناه کذالک فی الاغلب "شرح الترمذی ۱۴۳/۳"

اگرچہ ابن عربی کے اس کلام پر علامہ ابن الہمام نے رد بھی فرمایا ہے لیکن علامہ دکتور یوسف القرضاوی نے اس رد کو نقل کرنے کے بعد اپنا رائے تحریر فرمایا ہے۔ خارج کی بنیاد اور منظور نظر محنت اور مشقت ہے جو زمین کی سیرابی کیساتھ متعلق ہے اسی کے اعتبار سے مقدار واجب میں تفاوت ظاہر ہوا۔ عشر یا نصف عشر کے حوالے سے، البتہ دیگر نفقات واخراجات زراعت کے اعتبار یا عدم اعتبار پر شریعت میں کوئی نص صریح موجود نہیں اس بناء پر روح شریعت کیساتھ مناسب یہی ہے کہ زکوٰۃ ساقط کیا جائے اس حصے سے جو موٴنۃ الارض کے بدل میں واجب ہو چکا ہے اس کے دو وجہ ہے۔ اول یہ کہ مشقت اور موٴنۃ کو تاثیر ہے شارع کی نظر میں یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے مقدار واجب کو کم مقرر کیا ہے اس زمین میں جسے پانی کی رسائی میں مشقت اٹھانی پڑتی ہے عشر سے نصف عشر کی طرف اس کے علاوہ وہ کبھی کبھار اسی مشقت وکلفت کو مدنظر رکھتے ہوئے اصل وجوب کو ساقط کیا ہے جیسا کہ وہ جانور جو اکثر سال علوفہ ہوتے ہیں تو اس بات میں کوئی تعجب نہیں کہ یہی مشقت وکلفت موٴثر ہو جائے اس پیداوار میں جس کے حاصل کرنے میں مشقت اٹھانا پڑتا ہے دوسری یہ کہ نما حقیقیہ وہ ہے جو زیارت کیساتھ موصوف ہو اور جب اخراجات کی مالیت پیداوار زمین کیساتھ برابر ہو تو اس پیداوار کو زیادہ اور کسب نہیں کہا جاتا۔ چنانچہ موصوف ارقام فرماتے ہیں۔

قوله: ولکن الاشبه بروح الشریعة اسقاط الزکوٰة عما یقابل المؤنة من الخارج والذی یؤید هذا امران:

الاول: ان للکلفة والمؤنة تاثیراً فی نظر الشارع فقد تقلل مقدار الواجب. کما فی السقی بالة. جعل الشارع فیه نصف العشر فقط. وقد تمنع الوجوب اصلا کمافی الانعام المعلوفة اکثر العام. فلا عجب ان تؤثر فی اسقاط ما یقابلها من الخارج من الارض.

الثانی: ان حقیقه النمأ هو الزیادة ولا یعد المال زیادة وکسبا اذا کان قد انفق مثله فی الحصول علیه ولهذا

قال بعض الفقهأ. ان قدر المؤنة بمنزلة ما سلم له بعوض فكان اشتراه هذا صحيح. (فقه الزکوٰۃ ۳۹۶/۱)

عشر کا نصاب:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جس طرح اموال عشر میں عموم ہے اسی طرح عشر کیلئے پیداوار کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ عشر واجب ہوگا۔ "فی قلیل ما اخرجته الارض وکثیره العشر" هدایه مع الفتح ۲۴۲/۲

مگر خود امام صاحبؒ کے تلامذہ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کو اس رائے سے اختلاف ہے یہ مذہب ابن عمرؓ، ابوامامہ بن سہلؓ، جابر بن زیدؒ، حسن ابی مکحول مالکؒ، جابر اوزاعیؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ اور دیگر مشاہیر علماء کا ہے۔ المغنی ۴۹۶/۲ ان کے نزدیک پانچ وسق پیداوار نصاب زکوٰۃ ہے۔ (کتاب الاصل ۱۶۳/۲)

فرمان رسالت ہے: لیس فیما دون خمسة او سق صدقة (رواہ البخاری ومسلم)

دوسرے فقہأ مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کا بھی یہی نقطہ نظر ہے۔ یہاں تک کہ ابن قدامہ کہتے ہیں کہ سوائے امام ابوحنیفہؒ اور مجاہد کے تمام علماء اس مسئلہ میں متفق ہے ارو پانچ وسق سے کم میں عشر واجب قرار نہیں دیتے (لمغنی ۲۹۶/۲) جمہور کہتے ہیں۔ کہ مطلق احادیث دوسرے اموال زکوٰۃ سے متعلق موجود ہیں۔ چاندی کے بارے میں ارشاد ہوا: فی الورقة ربع عشر اور اونٹ کے بارے میں فرمایا گیا: وفی سائمة الابل الزکوٰۃ۔ یہ احادیث مطلق ہیں لیکن پہلی حدیث کی ہم اس دوسری حدیث سے تخصص کرتے ہیں: لیس فیما دون خمسة اوسق صدقه (۱۳۶/۱)۔ یہی رائے ڈاکٹر عبدالعظیم اصلامی کا بھی ہے وہ فرماتے ہیں۔ میری ناچیز کے رائے کے مطابق جمہور کا مسلک قوی ہے۔ (جدید فقہی مباحث ج ۵۰۹/۲)

پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ جمہور کہتے ہیں کہ جب چاندی اور جانور کے نصاب میں ایک مطلق حدیث دوسری ان رولیات جو اس اطلاق کو کم کرتی ہے۔ بیان تفسیر کی حیثیت سے قبول کیا گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ پیداوار کی زکوٰۃ یعنی عشر میں بھی پانچ وسق کی تحدید والی روایت کو بیان کی حیثیت سے قبول نہ کیا جائے۔ حنفیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اس روایت کا منشا محض اتنا ہے کہ عامل زکوٰۃ پیداوار کی اتنی مقدار کی زکوٰۃ بیت المال میں وصول نہ کرے گا اور خود مالکان کے حوالے کر دے گا۔ کہ وہ اپنی صواب دید سے اتنی زکوٰۃ مستحقین میں تقسیم کر دے۔ جمہور کی رائے حدیث سے قریب ہے اور امام صاحبؒ کے نقطہ نظر میں فقرأ کا فائدہ اور زیادہ احتیاط ہے۔ (اسلام کا نظام عشر وخراج ۳۲۸/۱۔۳۲۹) ابن عربی فرماتے ہیں: اقوی المذاهب فی المسألة مذهب ابی حنیفة دلیلاً واحوطها للمساکین ٥ (فقه الزکوٰۃ ج ۲ ص)...

امام صاحب کیطرف سے حدیث "لیس فیما دون خمسة اوسق صدقه" کی توجیہات: اس حدیث کا امام صاحب کی طرف سے مختلف توجیہات منقول ہیں جن کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اوجز المسالک میں یکجا جمع فرمادیا ہے۔ جن میں سے چند ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) آپ یہ سمجھ لیجئے کہ صدقہ کا اطلاق زکوٰۃ اور عشر دونوں پر ہوتا ہے اس حدیث میں تین چیزوں کا نصاب بیان کیا گیا ہے۔ ابل، فضہ، حبوب وثمار، تینوں جگہ لفظ صدقہ مذکور ہے۔ پہلی دو جگہ صدقہ سے بالاتفاق زکوٰۃ مراد ہے۔ تیسری جگہ جمہور نے تو صدقہ سے عشر مراد لیا ہے۔ اسی لئے یہ حضرات عشر کیلئے بھی نصاب کے قائل ہیں اور امام صاحبؒ کے جانب سے کہا گیا کہ اس تیسری جگہ میں بھی صدقہ سے زکوٰۃ ہی مراد ہے اور خمسۃ وسق سے مراد وہ غلہ نہیں ہے جو اپنی کاشت سے حاصل ہوا ہو۔ جیسا کہ جمہور سمجھ رہے ہیں۔ بلکہ اس سے وہ غلہ مراد ہے جو تجارتی ہو جس کو آدمی نے کسی ذریعہ سے تجارت کیلئے حاصل کیا ہو اور مالِ تجارت میں وجوب زکوٰۃ کیلئے نصاب بالاتفاق شرط ہے جس میں قیمت کا اعتبار ہے جو مال تجارت قیمت میں دوسو (۲۰۰) درھم کے برابر ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور حضورﷺ کے زمانے میں ایک وسق غلہ کی قیمت عامۃ ایک اوقیہ کے بقدر ہوتی تھی لہذا پانچ وسق غلہ کی قیمت پانچ اوقیہ کے برابر ہوا جو کہ نصاب فضہ ہے۔ حضرت گنگوہیؒ کی رائے ''الکوکب الدری'' میں اس طرح لکھی ہے کہ لوگ (تاجران غلہ) اجناس کی قیمتوں کی تحقیق وتفشیش کرتے تھے تاکہ ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے پاس جو غلہ ہے وہ نصاب کے بقدر ہے یا نہیں۔ تاکہ وہ اس کے اعتبار سے اس کی زکوٰۃ ادا کرسکیں۔ اس پر آپﷺ نے اس زمانہ میں اجناس کی قیمت کے پیش نظر ایک تقریبی تحدید فرمادی۔ اب یہ کہ سب غلوں کی قیمت تو برابر نہیں ہوتی تو پھر پانچ وسق کو معیار کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ حضرت نے خود ہی یہ اشکال فرما کر لکھا ہے کہ ممکن ہے۔ آپﷺ نے لوگوں کی سہولت اور دفع حرج توسعاً یہ مقدار تجویز فرمادی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس توجیہہ میں کوئی بعد نہیں ہے جو اکابر قدما سے منقول ہے نیز اس کی نظیر باب زکوٰۃ میں موجود ہے۔ مسئلہ الخرص جس کے جمہور قائل ہیں اور پھر لسان شارع خواہ وہ تخمین کے قبیل سے ہو۔ بہر حال حجۃ شرعیہ ہے۔

ایک توجیہہ یہ کی گئی ہے کہ اس حدیث کا تعلق عاشر سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ جن کاشت کاروں کے یہاں معمولی سے کاشت ہوتی ہے ان کا عشر عاشر کو لینے کا حق نہیں۔ بلکہ وہ اس کو خود ادا کرسکتے ہیں۔ البتہ جن کے یہاں بڑی پیداوار سے کم از کم پانچ وسق ان کی زکوٰۃ عاشر کو لینے کا حق ہے ہمارے حضرت شیخ اسی جواب کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

یہ حدیث عریہ پر محمول ہے اور عریہ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے: مادون خمسۃ اوسق ہی ہوتا ہے۔

وضاحت: عریہ ایک خاص طریقہ ہے ہبہ کا۔ یعنی عند الحنفیہ اور عند الجمھور اس کی حقیقت بیع کی ہے۔ بہر حال جب مالک نے ایک شی ہبہ کردی یا بیع کردی تو پھر اس میں زکوٰۃ کیوں واجب ہو۔ یہ جواب ابوعبید قاسم بن سلام سے کتاب الاموال میں منقول ہے جو کہ غریب الحدیث کے بڑے امام ہیں یہ جواب شاہ صاحب سے ''العرف الشذی'' میں منقول ہے۔ وہاں سے حضرت شیخ نے اوجز میں نقل فرمایا ہے۔ یہ کل تین جوابات ہوئے جس کو اس پر اضافہ مطلوب ہو۔ وہ اوجز کو دیکھے ''الدر المنضود شرح سنن ابی داؤد ص ۱۸''

المجمع الفقهی الاسلامی الہند کا تجویز ''بابت نصاب عشر''

اسلامک فقہ اکیڈمی کے چھٹے فقہی سیمینار میں پیش کردہ مقالات ومباحث کے بعد طے کردہ تجویز کے ذیل میں تجویز بابت نصاب کی عبارت یہ ہے۔

کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور بعض دیگر فقہاء کی رائے میں آیات اور بعض احادیث کے عموم کو پیش نظر رکھ کر وجوب عشر کیلئے پیداوار کی مقدار کا کوئی نصاب نہیں۔ ہر وہ شئ جو زمین سے پیدا ہو چاہے قلیل ہو یا کثیر، عشر کا نکالنا واجب ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ و دیگر جمہور ائمہ کے نزدیک حدیث '' لیس فیما دون خمسۃ اوسق صدقۃ'' کی روشنی میں پانچ وسق سے کم اگر پیداوار ہو تو ایسے لوگوں پر عشر واجب نہیں ہے۔ سیمینار کی رائے میں چھوٹے کاشت کار یا قدرتی افات کیوجہ سے بہت کم مقدار میں پیداوار حاصل ہونے کی صورت میں مطلقاً وجوب عشر کے قول کے نتیجے میں دشواریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس لئے ایسے حالات میں جب کہ کسی کاشتکار کی کل پیداوار پانچ وسق یعنی ٹوٹل ۵۳ کلو سے کم ہو تو صاحبین اور دیگر ائمہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اگر کرئی ضرورت مند شخص اس میں عشر نہ نکالے بلکہ پوری پیداوار کو اپنی ذاتی استعمال میں لائے تو ایسا کرنا جائز ہوگا بعض شرکاً کا رجحان ہے کہ اگر نصاب سے کم پیداوار ہوا ہو۔ اور دوسرے ذرائع کفالت موجود نہ ہوں تو خود استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ (اسلام کا نظام عشر وخراج ۲/۵۴۸ تجویز نمبر ۶)

ملاحظہ فرمائے'' اہم فقہی فیصلے ص ۶۵ مؤلفہ: حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی دامت برکاتہم''

فتاویٰ تاتارخانیہ میں تحریر ہے:

قوله: وابو يوسف ومحمد اعتبر النصاب فقالا لا يجب العشر حتى يبلغ الخارج خمسة اوسق والوسق ستون صاعا مخمسة الاوسق تكون: ثلاثمائة اصوع. فمالم يبلغ الخارج ثلاثه مائة اصوع لا يجب فيه العشر. (تاتارخانيه ۲/۳۲۶ تا ۳۲۷)

فقہ الزکوٰۃ میں علامہ دکتور یوسف القرضاوی نصاب کے حوالے سے جمہور کے رائے کو چند وجوہ اور دلائل سے راجح قرار دیا ہے چنانچہ موصوف فرماتے ہیں: تعقيب وترجيح: واذا كنا رجحنا قول ابى حنيفه فى ايجاب الزكوٰة فى كل ما اخرجته الأرض فاننا نخالفه فى عدم اعتبار النصاب وايجابه العشر فى القليل والكثير من الزرع والثمر فان هذا مخالف للحديث الصحيح الذى نفى وجوب الزكوٰة عما دون خمسة اوسق ومخالف لنظرية الشريعة. بصفة عامة فى ايجاب الزكوٰة على الاغنيأ وحدهم والنصاب هو الحد الادنى للغنىٰ ولهذا اعتبر النصاب فى سائر الاموال الزكوٰة. ولا يجوز معارضة حديث

''ليس فيما دون خمسة اوسق صدقة'' بحديث'' فيما سقت السمأ العشر'' بدعوى ان هذا عام وقد عارضه ذالک الخاص ودلالة العام قطعية فى الخاص واذا تعارضا قدم الاحوط. وهو الوجوب نعم لا يقال ذالک بل يقال ماقاله ابن القيم فى هذا الموضع : يجب العمل بكلا الحديثين والا يجوز معارضة احدهما بالأخر ولا احدهما بالكلية : فان طاعة الرسول ﷺ فرض فى هذا اوفى هذا ولا تعارض بينهما بحمدالله تعالى بوجه من الوجوه فان قوله :''فيما سقت السمأ العشر'' انما اريد به التميز بين ما يجب فيه العشر وما يجب فيه نصفه. فذكرا لنوعين ففرقا بينهما فى مقدار الواجب ومقدار النصاب مسكت عنه فى هذا الحديث وبينه نصافى الآخر. فكيف يجوز العدول عن النص الصحيح الصريح المحكم الذى لا يحتمل غير ما اول عليه البته الى المجمل المتشابه الذى غايته ان يتعلق فيه بعموم لم يعصد بيانه بالخاص المحكم المبين كسا ترا لعمومات بما يخصه من النصوص (اعلام الموقعين ۳/ ۲۲۹ تا ۲۳۰ بحواله فقه الزكوٰة ۱/ ۳۶۲)وقال ابن قدامه!ان قول النبى صلى الله عليه وسلم ''ليس فيما دون خمسة اوسق صدقه''متفق عليه وهذا خاص يجب تقديمه وتخصيص عموم ما دعوه به كما حصصنا قوله: (فى كل سائمة من الابل الزكوٰة'')بقوله وليس فيما دون خمس ذود صدقة''وقوله :''فى الرقة ربع العشر'' بقوله: ليس فيما دون خمس زود صدقة''ولانه مال تجب فيه الصدقة فلم تجب فى يسيره كسائر الاموال الزكوية وانما لم يكمل الحول. لانه يكمل تارة باستحصاده لا ببقاءه واعتبر الحول فى غيره لانه مظنة لكمال النمأ فى سائر الاحوال والنصاب اعتبر ليبلغ حدا يحتمل الواساة منه فلهذا اعتبر فيه يحقعة ان الصدقة انما تجب على الاغنياء ولا يحصل الغنى بدون النصاب كسا ترالاموال الزكوية.

(المغنى ۲/ ۲۹۵ تا ۲۹۶ بحواله فقه الزكوة ۱/ ۳۶۳/ ۳۶۴)

''رائے گرامی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب''

کفایت المفتی میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ اسی طرح ایک سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں۔ کہ عشر پیداوار میں ہے۔ خواہ کم ہو۔ یا زیادہ عشر یا نصف عشر غریبوں کا حق ہے۔ صاحب نصاب کو دینا یا کھانا کھلانا جائز نہیں ہے۔'' کفایت المفتی ۲۹۹/۴''

۲:۔ رائے گرامی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی امداد الفتاویٰ ج ۲/ ص ۶۸ تا ۶۹ پر ارقام فرماتے ہیں۔ عشر یا نصف عشر ارض عشریہ میں کل پیداوار میں واجب ہوتا ہے۔ نہ اس میں کوئی نصاب شرط ہے۔ اور نہ قرض وغیرہ مانع ہے۔ نہ اخراجات زراعت اس میں منہا کئے جائیں گے۔

البتہ جولوگ کسی خاص حصہ پیداوار پر زراعت میں کام کرتے ہیں۔ان کے حصہ کا عشر خود ان کے ذمہ ہے۔

نمبر۸ تیاری سے پہلے جس قدر خرچ کرے گا۔اس سب کا بھی حساب یاد رکھے گا۔اس کا بھی عشر دینا پڑے گا(امدادالفتاویٰ ج ۶۹/۲)

۳:۔''رائے گرامی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن''

چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ ایک سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں۔

سوال:۔عشر میں کوئی تحدید ہے۔یا نہیں۔چار/۴، پانچ/۵ من غلہ پر عشر دینا ہوگا یا نہیں؟

الجواب:۔(۱)عشر میں کچھ نصاب نہیں۔قلیل وکثیر پیداوار زمین عشری میں عشر لازم ہوتا ہے۔

قال فی الدر المختار وتجب فی مسقی سماءٍ وسیح کنهر بلا شرط نصاب وبقأ

س چار/۴ من غلہ ہو یا پانچ/۵ من یا کم یا زیادہ سب میں سے عشر لازم ہے۔''عزیز الفتاویٰ ج ۳۵۵/۱''

۴:۔فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ ایک سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں۔

سوال:۔آمدنی یعنی جو کہ مالک کو کاشت کاروں سے وصول ہوتی۔مثلاً پانچ سو/۵۰۰ روپے ہیں۔اور سرکاری مالگذاری تین سو/۳۰۰ روپے ہیں۔تو اب عشر کل پانچ سو/۵۰۰ کا مالک پر واجب ہے۔یا ماقبی دوسو/۲۰۰ روپے پر؟

جواب:۔جب مالگذاری مالک کا ہے۔جو وصول اس کو ہوا جملہ محصول سے عشر دیوے گا۔حسب رائے امام صاحبؒ اور جو سرکار نے لیا ہے۔وہ ظلم ہے۔وہ محسوب نہ ہوگا۔مجموعہ محصول سے دیوے گا۔یہ ہی ظاہر ہے۔

''فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۶۶''

لقد اصاب المفتی فیما اجاب

عظمت اللہ بنوی

رفیق دارالافتاء جامعہ المرکز الاسلامی

علم کی بزرگی

☆جو کوئی علم کی تلاش میں چلتا ہے بہشت کی راہ آسانی ہو جاتی ہے۔

☆علم کی تلاش پچھلے گناہو کا کفارہ ہے۔

☆علم کی بزرگی عبادت کی بزرگی سے بہتر ہے۔

☆جو کوئی علم چھپاتا ہے اسے آگ کا لگام پہنچایا جائے گا۔

☆تم جب تک علم کی تلاش میں ہو راہ اللہ میں ہو۔

☆تحقیقات کا شوق آدھا علم ہے۔

☆حکمت ودانائی اپنی گمشدہ چیز سمجھو جہاں مل جائے لے لو۔

(ادارہ)